جوهرة القواعد الفقهية الكبرى

﴿ روح الشريعة في القواعد الكلية ﴾

ويليه:

[القواعد المندرجة تحت القواعد الفقهية الكبرى]

[زبان: اردو]

إعداد:

أبو تيميّة محمد منيب بن عفا الله عنه

تقديم وطبع بإشراف: أكاديمية زاد بارهموله كَشْمِير

مقدمہ

بسمِ اللّٰہِ الرَّحمنِ الرَّحیم

الحمدُ للهِ ربِّ العالمين، والعاقبةُ للمتَّقين، والصلاةُ والسلامُ على سيدنا محمدٍ خاتم النبيين، وعلى آلهِ وأصحابهِ أجمعين، ومن تَبِعهم بإحسانٍ إلى يومِ الدين. أمّا بعد:

فقہِ اسلامی اپنے اصول و فروع کے ساتھ ایک بحرِ بیکراں ہے، جس میں مسائلِ حیات کے لیے ابدی رہنمائی موجود ہے۔ اہلِ علم نے شریعتِ مطہرہ کے دقیق اور متنوع مسائل کو سمجھنے اور آسان انداز میں پیش کرنے کے لیے مختلف طریقے اختیار فرمائے ہیں۔ انہی میں سے ایک نہایت اہم اور بابرکت طریقہ "القواعد الفقہیۃ" کا ہے۔

قواعدِ فقہیہ دراصل وہ کلی اصول ہیں جو سینکڑوں بلکہ ہزاروں جزئیات پر منطبق ہوتے ہیں۔ ائمۂ مجتہدین اور فقہاء کرام نے ان قواعد کے ذریعے فقہ کے بکھرے ہوئے مسائل کو جمع کر کے ان میں ہم آہنگی اور ربط پیدا کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان قواعد کو فقہ کی "روح" کہا جاتا ہے، کیونکہ ان کے ذریعے نہ صرف مسائل کی حقیقت سمجھ میں آتی ہے بلکہ نئے پیش آمدہ مسائل کے حل میں بھی بڑی آسانی ہوتی ہے۔

فقہائے اسلام نے قواعد کو مرتب کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے ذیل میں متعدد ذیلی قواعد بھی بیان فرمائے ہیں۔ یہ ذیلی قواعد دراصل ان کلی قواعد کی تفصیل اور تشریح کے طور پر سامنے آتے ہیں۔ زیرِ نظر رسالہ "جوہرۃُ القواعد الفقہیۃ الکبری" اسی عظیم علمی ورثے کی ایک جھلک ہے، جس میں فقہائے اسلام کے وضع کردہ "القواعد الفقہیۃ الکبری" کو نہایت آسان اور عام فہم انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ان کے تحت آنے والے قواعد کو بھی بیان کیا گیا ہے تاکہ ایک طالبِ علم بیک وقت قواعدِ کلیہ اور ان کے فروع دونوں سے بہرہ ور ہو سکے۔

یہ رسالہ بالخصوص طلبہ، اساتذہ اور عام قارئین کے لیے مرتب کیا گیا ہے تاکہ وہ فقہِ اسلامی کے اس عظیم فن سے استفادہ کر سکیں اور عملی زندگی میں ان اصولوں کو سامنے رکھ کر احکامِ شرعیہ کی روشنی میں اپنے معاملات کو درست کر سکیں۔

ہم اللہ تعالیٰ کے حضور دعا گو ہیں کہ وہ اس مختصر خدمت کو قبول فرمائے، اسے مؤلف، قارئین اور تمام مسلمانوں کے لیے نافع بنائے، اور ہمیں دین کی صحیح سمجھ اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

وَاللّٰہُ ولیُّ التوفیق، وھوَ حسبی ونِعم الوکیل.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

القَوَاعِدُ الفِقْهِيَّةُ الكُبْرَى

1. اَلْأُمُورُ بِمَقَاصِدِهَا

(امور (چیزوں) کا اعتبار ان کے مقاصد سے ہے / کاموں کا دارومدار اُن کے ارادوں اور نیتوں پر ہے)

2. اَلْيَقِينُ لَا يَزُولُ بِالشَّكِّ

(یقین شک سے زائل نہیں ہوتا / جو چیز یقینی طور پر ثابت ہو جائے وہ شک سے ختم نہیں ہوتی)

3. اَلْمَشَقَّةُ تَجْلِبُ التَّيْسِيرَ

(مشقت آسانی لاتی ہے / تنگی اور مشکل میں آسانی اور رخصت آتی ہے)

4. اَلضَّرَرُ يُزَالُ

(نقصان کو ہٹایا جاتا ہے / نقصان کو ختم کیا جاتا ہے)

5. اَلْعَادَةُ مُحَكَّمَةٌ/الْعُرْفُ مُحَكَّمٌ

(عادت یا عرف کا اعتبار حکم میں ہوتا ہے / معاشرتی رواج اور عرف کو معتبر مانا جاتا ہے (جب تک شریعت کے خلاف نہ ہو)

قواعد فقہیہ کی تعریف:

أولاً: التَّعريفُ اللُّغويّ:

القاعِدةُ لُغةً: بمَعنى الأساسِ، ومِن ذلك قَولُ اللهِ تعالى:

وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْراهِيمُ الْقَواعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْماعِيلُ [البقرة: 127]

- فقَواعِدُ البيتِ: أساسُه ، وأساطينُ البناءِ التي تَعمِدُه

قاعدہ لغت میں: بنیاد کے معنی میں آتا ہے۔
جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:
(اور جب ابراہیم اور اسماعیل بیت اللہ کی بنیادیں اٹھا رہے تھے) [البقرة: 127]
پس "قواعدِ بیت" سے مراد اس کی بنیادیں اور وہ ستون ہیں جو عمارت کو سہارا دیتے ہیں۔

الفِقْهُ لُغَةً:

«الفَهْمُ»، وَهُوَ القَوْلُ المَشْهُورُ الَّذي عَلَيْهِ الأَكْثَرُ، ((شرح مختصر أصول الفقه)) للجراعي (1/56)

وَمِن ذلك قَوْلُ مُوسَى -عَلَيْهِ السَّلامُ-:

﴿وَٱحْلُلْ عُقْدَةً مِّن لِّسَانِى يَفْقَهُواْ قَوْلِى﴾ [طه: 28]

أَيْ: يَفْهَمُوا كَلامِي.

وَقِيلَ: «الفِقْهُ فَهْمُ الأَشْيَاءِ الدَّقِيقَةِ». ((الإبهاج)) لابن السبكي ووالده (722)

وَقِيلَ: «فَهْمُ غَرَضِ المُتَكَلِّمِ مِن كَلامِهِ». اختاره أبو الحسين البصري في ((المعتمد)) والرازي في ((المحصول))

فقہ لغت میں: "سمجھ" کے معنی میں آتا ہے، اور یہی قول زیادہ مشہور ہے جس پر اکثر علماء ہیں۔

جیسا کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی:

(اور میری زبان کی گرہ کھول دے تاکہ وہ میری بات سمجھ سکیں) [طہ: 28]

یعنی: میری گفتگو کو سمجھیں۔

اور کہا گیا ہے: "فقہ باریک باتوں کو سمجھنے کا نام ہے"۔

اور کہا گیا ہے: "فقہ متکلم کے کلام سے اُس کے اصل مقصد کو سمجھنے کا نام ہے"۔

ثانيًا: التَّعريفُ الإصْطِلاَحي:

القاعدة إصطلاحًا:

(الأمرُ الكُلِّيُّ الذي يَنطَبِقُ عليه جُزئيَّاتٌ كَثيرةٌ تُفهَمُ أحكامُها منها)

((الأشباه والنظائر)) لابن السبكي (1/ 11)

"وہ کُلّی اُصول جو بہت سی جزئیات پر منطبق ہوتے ہیں۔ اور ان جزئیات کے احکام اسی اُصول سے سمجھے جاتے ہیں۔"

یعنی: قاعدہ فقہی ایک ایسا جامع اُصول ہے جس کے تحت متعدد فقہی مسائل جمع ہو جاتے ہیں اور محض قاعدہ جان لینے سے اُن سب کے احکام معلوم ہو جاتے ہیں۔

الفِقْهُ اصطِلاحًا:

«العِلْمُ بِالأَحْكامِ الشَّرْعِيَّةِ العَمَلِيَّةِ، المُكْتَسَبُ مِن أَدِلَّتِها التَّفْصِيلِيَّةِ»

((منهاج الوصول)) للبيضاوي (ص: 51)
((جمع الجوامع)) لابن السبكي (ص: 13)

"فقہ کی اصطلاحی تعریف یہ ہے کہ:

عملی شرعی احکام کا علم جو اُن کے تفصیلی دلائل سے حاصل کیا جائے۔"

یعنی فقہ وہ علم ہے جو قرآن، حدیث اور دیگر شرعی دلائل سے حاصل کر کے معلوم کرے کہ کون سا عمل فرض ہے، کون سا حرام ہے، کون سا جائز ہے، کون سا مکروہ وغیرہ۔

﴿تَعريفُ القَواعِدِ الفِقهيَّةِ باعتِبارِها عَلَمًا ولَقَبًا﴾

"فقہی قواعد کی تعریف باعتبارِ اس کے کہ وہ ایک مستقل علم اور ایک لقب ہے۔"

(العِلمُ بالأحكامِ الكُلِّيَّةِ الفِقهيَّةِ التي تَنطَبِقُ على جُزئيَّاتٍ تُعرَفُ أحكامُها منها)

(الأشباه والنظائر لابن الملقن) للأزهري

"فقہی کلی احکام کے اُس علم کو کہتے ہیں جو متعدد جزوی مسائل پر لاگو ہوتے ہیں اور جن کی بدولت اُن جزوی مسائل کے احکام معلوم ہوجاتے ہیں۔"

خلاصہ:

قواعد فقہیہ وہ کلی اور عمومی احکام ہیں جو درجنوں، بلکہ سیکڑوں جزوی فقہی مسائل پر منطبق ہوتے ہیں اور ان سے ان مسائل کے شرعی احکام براہِ راست اخذ کیے جاتے ہیں۔

القاعدة الأولى : ﴿ الأُمُورُ بِمَقَاصِدِهَا ﴾

(امور (چیزوں) کا اعتبار ان کے مقاصد سے ہے / کاموں کا دار و مدار اُن کے ارادوں اور نیتوں پر ہے)

أدِلَّةُ القاعِدةِ:

دَلَّ على هذه القاعِدةِ القُرآنُ والسُّنَّةُ والإجماعُ:

اس قاعدے کی دلیلیں:

اس قاعدے پر قرآن، سنت اور اجماع دلالت کرتے ہیں۔

1- مِنَ القُرآنِ:

قَولُ اللهِ عَزَّ وجَلَّ: وَمَنْ يَخْرُجْ مِنْ بَيْتِهِ مُهَاجِرًا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ أَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا [النساء:100]

"اور جو شخص اپنے گھر سے نکلے اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کرنے کے لیے، پھر اسے موت آ جائے تو اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہو گیا، اور اللہ بخشنے والا، مہربان ہے۔"

وَجهُ الدَّلالةِ:

هذه الآيةُ تُبَيِّنُ أنَّ المُؤمِنَ إذا قَصدَ طاعةً ثُمَّ أعجزَه العُذرُ عن إتمامِها، كَتَبَ اللهُ تعالى له ثَوابَ تَمامِ تلك الطَّاعةِ. ((تفسير الوسيط)) للواحدي (2/107)، ((لباب التأويل)) للخازن (1/417)

یہ آیت واضح کرتی ہے کہ اگر کوئی مومن نیک عمل کرنے کا قصد کرے اور کسی عذر کی وجہ سے اسے مکمل نہ کر سکے، تو اللہ تعالیٰ اسے پورے عمل کا ثواب عطا فرماتا ہے۔

2- مِنَ السُّنَّةِ:

حَديثُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَلَى الْمِنبَرِ، قَالَ : سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ : ((إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ، وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مَا نَوَى، فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى دُنْيَا يُصِيبُهَا، أَوْ إِلَى امْرَأَةٍ يَنْكِحُهَا فَهِجْرَتُهُ إِلَى مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ))

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرما رہے تھے :

کہ تمام اعمال کا دارومدار نیت پر ہے اور ہر عمل کا نتیجہ ہر انسان کو اس کی نیت کے مطابق ہی ملے گا۔ پس جس کی ہجرت (ترک وطن) دولت دنیا حاصل کرنے کے لیے ہو یا کسی عورت سے شادی کی غرض ہو۔ پس اس کی ہجرت ان ہی چیزوں کے لیے ہو گی جن کے حاصل کرنے کی نیت سے اس نے ہجرت کی ہے۔

[صحيح البخاري/كتاب بدء الوحى/حديث: 1]

عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ:

((إِنَّكَ لَنْ تُنْفِقَ نَفَقَةً تَبْتَغِي بِهَا وَجْهَ اللَّهِ إِلَّا أُجِرْتَ عَلَيْهَا حَتَّى مَا تَجْعَلُ فِي فَمِ امْرَأَتِكَ))

[صحيح البخاري/كتاب الإيمان/حديث: 56]

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کیا، انہوں نے ان کو خبر دی کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بیشک تو جو کچھ خرچ کرے اور اس سے تیری نیت اللہ کی رضا حاصل کرنی ہو تو تجھ کو اس کا ثواب ملے گا۔ یہاں تک کہ اس پر بھی جو تو اپنی بیوی کے منہ میں ڈالے۔

3- دَلالة الإجماعِ

((ذَكَرَ القَرافيُّ أنَّ هذه القاعِدَةَ أصلٌ مُتَّفَقٌ عليه في الجُملةِ))

((الفروق)) (2/77)

امام قرافی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ یہ قاعدہ بالاتفاق (یعنی اجماعاً) اصول کے طور پر مانا گیا ہے۔

مِنَ الأمثِلةِ على هذه القاعِدةِ:

"اس قاعدے کی مثالوں میں سے"

- ☐ ایک شخص نے فقیر کو ۱۰۰ ریال اللہ کے لئے دیا۔
- ☐ ایک شخص نے ۱۰۰ ریال لوگوں کو دکھانے اور تعریف سننے کے لئے دیا۔
- ☐ ایک شخص نے بغیر نیت کے دیا نہ تو اللہ کے لئے (ثواب کی نیت سے) اور نہ ہی دکھاوے کے لئے۔

پہلی مثال: جس نے فقیر کو ۱۰۰ ریال اللہ کے لئے دیا تو یہ صدقہ صحیح ہے۔

اور جس نے ۱۰۰ ریال لوگوں کو دکھانے اور تعریف سننے کے لئے دیا تو یہ دکھاوا ہے جو عند اللہ مردود ہے۔

اور جس نے بغیر نیت کے نہ تو اللہ کے لئے (ثواب کی نیت سے) اور نہ ہی دکھاوے کے لئے دیا تو یہ محض عمل ہے جس پر کوئی ثواب نہیں۔

دوسری مثال: جس نے وضوء کے اعضاء کو گرد و غبار سے صاف کرنے کے لئے دھویا تو یہ صرف صفائی کرنا ہے مگر جس نے وضوء کی نیت یا حدث اصغر کو زائل کرنے کی نیت سے دھویا تو اس کی طہارت صحیح اور شرعی طہارت ہے۔

تیسری مثال: جس شخص نے روزہ اس نیت سے رکھا کہ وہ اپنے معدے کو آرام دے یا علاج کی غرض سے، تو اس کا روزہ عبادت شمار نہیں ہوگا، اور اسی طرح اگر کوئی شخص نماز کو اپنے اعضاء کی ورزش کی نیت سے ادا کرے (تو یہ بھی عبادت نہیں ہوگی)

القَواعِدُ المندَرِجَةُ تحتَ قاعدة الأمور بمقاصدها:
"وہ قواعد جو قاعدہ: 'اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے' کے تحت آتے ہیں۔"

❶ **لا ثَوابَ إلا بِالنِّيَّةِ.**

❷ **النِّيَّةُ شَرطٌ لِصِحَّةِ العَمَلِ.**

❸ **العِبْرَةُ فِي العُقودِ بِالمَقاصِدِ وَالمَعاني لا بِالألْفاظِ وَالمَباني.**

④ النِّيَّةُ تُخَصِّصُ العَامَّ وَتُعَمِّمُ الخَاصَّ.

⑤ الأَيْمانُ مَبْنِيَّةٌ عَلَى الأغراضِ لا عَلَى الألفاظِ.

① لَا ثَوابَ إِلَّا بِالنِّيَّةِ:

((نیت کے بغیر کسی عمل پر ثواب نہیں))

مسئلہ: ایک شخص مسجد میں بغیر کسی نیت کے بیٹھا ہے تو کیا اسے کوئی ثواب ملے گا؟

مثال: اگر کوئی شخص مسجد میں بغیر نیت کے بیٹھا ہے تو اسے کوئی ثواب نہیں، مگر اگر وہ مسجد میں دوسری نماز کے انتظار میں یا اعتکاف کی نیت سے یا اشراق کی نماز پڑھنے کی نیت سے بیٹھا ہے تو اسے ثواب ہو گا۔

۲- اگر کوئی شخص مکمل شرائط کے ساتھ نماز ادا کرے، لیکن اس کی نیت اللہ تعالیٰ کی رضا نہ ہو، تو اس کا کیا ہوا عمل شرعاً نماز شمار نہیں ہوگا، اس کی ذمہ داری (فرضیت) ادا نہیں ہوگی، اور اس پر کوئی ثواب بھی نہیں ملے گا۔

② النِّيَّةُ شَرطٌ لِصِحَّةِ العَمَلِ:

((نیت عمل کی صحت کے لیے شرط ہے))

مسئلہ: ایک شخص نے کچھ مال نفلی صدقے کی نیت سے کسی کو دیا۔ بعد میں اسے یاد آیا کہ اس پر کچھ زکاۃ ادا کرنا باقی ہے تو وہ کیا کرے؟

مثال: کسی نے کچھ مال نفلی صدقے کی نیت سے کسی کو دیا۔ بعد میں اسے یاد آیا کہ اس پر کچھ زکاۃ ادا کرنا باقی ہے۔ تو اگر اس نے بعد میں یہ نیت کی کہ جو صدقہ وہ دے چکا ہے اس سے اب اسکا فرض زکاۃ ادا ہو جائے تو اس سے فرض زکاۃ ادا نہ ہو گی اور اس کی فرضیت اس پر باقی رہے گی۔

③ العِبرَةُ فِي العُقودِ بِالمَقاصِدِ وَالمَعاني لَا بِالألفاظِ وَالمَباني:

((عقد و پیمان میں اعتبار مقصد اور معنیٰ کا ہو گا نہ کہ الفاظ یا اس کی بناوٹ کا۔))

((معاہدوں میں اصل اعتبار مقاصد اور معانی کا ہوگا، نہ کہ صرف الفاظ اور ظاہری صورت کا۔))

مسئلہ : ایک شخص کسی سے کہتا ہے : میں نے یہ گاڑی تمہیں دس ہزار میں حصبہ کر دی!

مثال: اگر کوئی شخص کسی سے کہتا ہے : میں نے یہ گاڑی تمہیں دس ہزار میں ہبہ کر دی
تو دراصل یہ بیچنا ہے نہ کہ ہبہ کرنا۔

۲- اگر کسی نے نکاح کے الفاظ مزاق میں ادا کیے لیکن نیت نکاح کی تھی تو نکاح منعقد ہوگا۔

④ النِّيَّةُ تُخَصِّصُ العَامَّ وَتُعَمِّمُ الخَاصَّ

((نیت عام الفاظ کو خاص اور خاص الفاظ کو عام بنا دیتی ہے۔))

مثال: اگر شوہر نے کہا:

"اِنْ رَاَیْتُکِ تَدْخُلِینَ ھٰذِہِ الغُرْفَةَ فَاَنْتِ طَالِقٌ"

(اگر میں تجھے اس کمرے میں داخل ہوتے دیکھوں تو تو طلاق والی ہے)، اور اس کی نیت یہ ہو کہ کسی خاص حالت میں طلاق واقع ہو، تو نیت کے مطابق حکم لگے گا۔
یہ جملہ خاص ہے (صرف ایک کمرہ)۔

اگر نیت یہ ہو کہ "کسی بھی جگہ داخل ہونے پر طلاق دینا ہے"، تو یہ خاص لفظ نیت کی وجہ سے عام ہو جائے گا۔

⑤ الأَيْمانُ مَبْنِيَّةٌ عَلَى الأغراضِ لَا عَلَى الألفاظِ

((قسموں میں اصل اعتبار مقاصد کا ہے، نہ کہ صرف الفاظ کا۔))

مثال 1:

آدمی نے قسم کھائی:

"واللہ لا آکلُ ھذا الطَّعامَ"

(اللہ کی قسم! میں یہ کھانا نہیں کھاؤں گا)۔

اگر اس کی نیت صرف "آج کے دن" کھانے کی ممانعت کی ہے، تو حکم نیت کے مطابق ہوگا، ہمیشہ کے لیے حرام نہ ہوگا۔

مثال 2:

آدمی نے کہا:

"واللہ لا أشتري لابني بريالٍ"

(اللہ کی قسم! میں اپنے بیٹے کے لیے ایک ریال میں کچھ نہیں خریدوں گا)۔

اگر اس کی نیت یہ ہے کہ "میں اپنے بیٹے کے لیے کوئی سستی چیز نہیں خریدوں گا"، تو پھر چاہے وہ دو ریال یا پانچ ریال کی چیز خریدے، قسم نہیں ٹوٹے گی۔

القاعدة الثانية: ﴿اَلْيقِينُ لا يَزُولُ بِالشَّكِّ﴾

((یقین شک سے زائل نہیں ہوتا))

أدِلَّةُ القاعِدةِ

دَلَّ على هذه القاعِدةِ القُرآنُ والسُّنَّةُ والإجماعُ:

1-مِنَ القُرآنِ:

عُمومُ قَولِ اللهِ تعالى: وَمَا يَتَّبِعُ أَكْثَرُهُمْ إِلَّا ظَنًّا إِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا [يونس: 36]

"اور ان میں سے اکثر لوگ محض گمان کے پیچھے چلتے ہیں، حالانکہ گمان ہرگز حق کے مقابلے میں کچھ فائدہ نہیں دے سکتا۔"

وَجهُ الدَّلالةِ:

بَيَّنَ اللهُ تعالى في هذه الآيةِ أنَّ الشَّكَّ لا يُغني مِنَ اليَقينِ شَيئًا، ولا يَقومُ مَقامَه، ولا يُنتَفعُ به في شَيءٍ يَحتاجُ إلى اليَقينِ. ((تفسير الطبري)) (12/181)، ((تفسير السمعاني)) (2/383)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے واضح کردیا کہ شک وگمان، یقین کی جگہ نہیں لے سکتا۔ یقین کی ضرورت والے مقام پر شک بے فائدہ ہے۔

2- مِنَ السُّنَّةِ:

عن عبدِ اللهِ بنِ زَيدٍ رَضِيَ اللهُ عنه أنَّه شَكا إلى رَسولِ اللهِ صلَّى اللهُ عليه وسلَّم الرَّجُلَ الذي يُخَيَّلُ إليه أنَّه يَجِدُ الشَّيءَ في الصَّلاةِ، فقال: ((لا يَنفَتِلُ -أو لا يَنصَرِفُ- حتَّى يَسمَعَ صَوتًا أو يَجِدَ ريحًا)) أخرجه البخاري (137) واللفظ له، ومسلم (361)

عباد بن تمیم سے روایت کرتے ہیں، وہ اپنے چچا (عبداللہ بن زید) سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی کہ ایک شخص ہے جسے یہ خیال ہوتا ہے کہ نماز میں کوئی چیز (یعنی ہوا نکلتی) معلوم ہوئی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ (نماز سے) نہ پھرے یا نہ مڑے، جب تک آواز نہ سنے یا بو نہ پائے۔

وَجهُ الدَّلالةِ:

الحَديثُ ظاهِرٌ في اعتِبارِ اليَقينِ والإعراضِ عنِ الشَّكِّ؛ حَيثُ قَضى النَّبيُّ ﷺ باستِدامةِ الحُكمِ، وهو استِصحابُ حالِ اليَقينِ.

((قواطع الأدلة)) للسمعاني (2/36)، ((المنثور)) للزركشي (2/288).

یہ حدیث واضح ہے کہ حکم دینے میں یقین کو بنیاد بنایا جائے گا اور شک کو نظرانداز کیا جائے گا۔ یعنی جب تک وضو ٹوٹنے کا یقین نہ ہو، نماز جاری رہے گی۔

قال ابنُ القَيِّمِ: (لمَّا كان الأصلُ بَقاءَ الصَّلاةِ في ذِمَّتِه أمرَ الشَّاكَّ أن يَبنيَ على اليَقينِ، ويَطرَحَ الشَّكَّ)

((إعلام الموقعين)) (2/160)

ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"چونکہ اصل یہ ہے کہ نماز اس کے ذمے باقی ہے، اس لیے نبی ﷺ نے شک کرنے والے کو حکم دیا کہ یقین پر قائم رہے اور شک کو چھوڑ دے۔"

وعن أبي سَعيدٍ الخُدريِّ رَضِيَ اللهُ عنه أنَّ النَّبيَّ ﷺ قال: ((إذا شَكَّ أحَدُكُم في صَلاتِه، فلم يَدرِ كَم صَلَّى ثَلاثًا أم أربَعًا، فليَطرَحِ الشَّكَّ وليَبنِ على ما استَيقَنَ...))

أخرجه البخاري (571)

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

"جب تم میں سے کسی کو نماز میں شک ہو کہ تین رکعت پڑھی ہے یا چار، تو شک کو چھوڑ دے اور جس پر یقین ہے اسی پر عمل کرے۔"

3- مِنَ الإجماعِ:

حَكى الإجماعَ على إعمالِ القاعِدةِ عَدَدٌ مِنَ الفُقَهاءِ والأُصوليِّينَ، مِنهم: إمامُ الحَرَمَينِ ، وابنُ عبدِ البَرِّ ، والسَّمعانيُّ ، والقَرافيُّ ، وابنُ القَيِّمِ

کئی فقہاء اور اصولیین نے اس قاعدے کے اِعمال (یعنی "یقین شک سے زائل نہیں ہوتا") پر اجماع نقل کیا ہے۔
ان میں سے ہیں: امام الحرمین (الجوینی)، ابن عبدالبر، السمعانی، القرافی اور ابن القیم رحمہم اللہ۔

وقال السُّيوطيُّ رحمه الله: (هذه القاعِدةُ تَدخُلُ في جَميعِ أبوابِ الفِقهِ، والمَسائِلُ المُخرَّجةُ عليها تَبلُغُ ثَلاثَةَ أرباعِ الفِقهِ وأكثَرَ)

((الأشباهوالنظائر)) (ص: 51)

امام سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"یہ قاعدہ (یعنی: الیقین لایزول بالشک) فقہ کے تمام ابواب میں داخل ہے، اور اس پر مرتب ہونے والے مسائل فقہ کے تین چوتھائی حصے بلکہ اس سے بھی زیادہ پر مشتمل ہیں۔"

قال الزَّركَشيُّ رحمه الله : (يُمكِنُ رُجوعُ غالِبِ مَسائِلِ الفِقهِ إلى هذه القاعِدةِ، إمَّا بنَفسِها، أو بدَليلِها)

((تشنيفالمسامع)) (3/463)

امام زرکشی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"فقہ کے اکثر مسائل کو اس قاعدے کی طرف لوٹایا جاسکتا ہے، یا تو براہِ راست اسی قاعدے سے، یا اس کے دلائل کے ذریعے۔"

تَندَرِجُ تَحتَ هذه القاعِدةِ أمثِلةٌ كَثيرةٌ:

ایک شخص وضوء کرنے کا یقین ہونے کے بعد پھر شک میں پڑ جائے کہ آیا اس کا وضوء ہے یا نہیں ؟

ایک شخص کو شک ہو گیا ہے کہ آیا اس نے اس وقت کی فرض نماز پڑھی ہے یا نہیں ؟

پہلی مثال : جسے وضوء کرنے کا یقین ہو پھر وہ شک میں پڑ جائے کہ آیا اس کا وضوء ہے یا نہیں ہے تو اس کی طہارت باقی رہتی ہے۔

دوسری مثال: ایک شخص ہے جسے شک ہو گیا ہے کہ آیا اس نے اس وقت کی فرض نماز پڑھی ہے یا نہیں ، تو اصل یہ ہے کہ اس نے نماز نہیں پڑھی ہے کیونکہ اس کو نماز کے پڑھنے میں شک ہو گیا ہے اور اس کے ذمے فرض کی ادائگی باقی رہتی ہے حتی کہ وہ نماز ادا کر لے یا یقین ہو جائے کہ اس نے فرض ادا کر لیا ہے۔

القَواعِدُ المندَرِجَةُ تحتَ قاعِدةِ "اليَقينُ لا يَزولُ بالشَّكِّ"

وہ قواعد جو قاعدہ "شک سے یقین زائل نہیں ہوتا" کے تحت آتے ہیں۔

❶ الأصلُ بَقاءُ ما كانَ على ما كانَ

❷ الأصلُ إضَافَةُ الحَادِثِ إلى أقرَبِ أوقاتِه

❸ الأصلُ في الأَشْياءِ الطَّهارَةُ

❹ الأصلُ بَراءَةُ الذِّمَّةِ

❺ الأصلُ في الأُمورِ العارِضَةِ العَدَمُ ((تشنيفالمسامع)) (463

❻ الأصلُ في الأبْضاعِ وَاللُّحومِ وَمالِ المَعصُومِ وَنَفسِه التَّحرِيمُ

❶ الأصلُ بَقاءُ ما كانَ على ما كانَ

اصل اس چیز کا باقی رہنا ہے جس پر وہ پہلے سے تھا

اصل یہ ہے کہ جو حالت پہلے تھی، وہی برقرار رہے گی۔

مسئلہ : ایک شخص کو شک ہے کہ آیا اس نے وضوء ٹوٹنے کے بعد وضوء کیا یا نہیں ؟

مثال: جس کو شک ہے کہ آیا اس نے وضوء ٹوٹنے کے بعد وضوء کیا یا نہیں ؟ تو اصل میں وہ بے وضوء ہے کیونکہ اس کی اصل حالت بغیر وضوء کی حالت ہے۔

مثال 2: کسی زمین پر ایک شخص کا قبضہ ہے، جب تک اس کے خلاف کوئی دلیل نہ آئے، وہی مالک شمار ہوگا۔

② الأصلُ إضَافَةُ الحَادِثِ إلى أقرَبِ أوقاتِه

(نئی چیز کو قریب ترین وقت کی طرف منسوب کیا جائے)

(اصل کسی چیز کا پایا جانا اس کے قریب ترین وقت میں وقوع ہونے کے اعتبار سے ہو گا)

مسئلہ : ایک شخص نے اپنی ہتھیلی پر پینٹ یا گوند چپکا دیکھا جو پانی کو چمڑے تک پہنچنے سے روکتا ہو تو وہ کیا کرے؟

ایک شخص نے اپنے کپڑے پر منی کا نشان دیکھا اور اسے احتلام یاد نہیں ہے تو وہ کیا کرے؟

مثال : جس نے اپنی ہتھیلی پر پینٹ یا گوند چپکا دیکھا جو پانی کو چمڑے تک پہنچنے سے روکتا ہو تو اسے زائل کر کے پھر سے وضوء کرنا ہو گا اور ان ساری نمازوں کو دہرانا ہو گا جو اس نے پینٹ یا گوند کے استعمال کے بعد وضوء کرنے سے پڑھی ہے کیونکہ اس کے استعمال سے پانی چمڑے تک نہیں پہنچتا چنانچہ نہ تو اس کا وضوء صحیح ہے اور نہ ہی اس وضوء سے پڑھی جانے والی نمازیں۔ اس حالت میں وضوء کا نہ ہونا اس کے قریب ترین سبب یعنی اعضائے وضوء پر حائل کے ہونے کے وقت سے معتبر ہو گا۔ اس لئے اسے اس کے بعد پڑھی گئی نمازوں کو دہرانا ہو گا۔

مثال : جس نے اپنے کپڑے پر منی کا نشان دیکھا اور اسے احتلام یاد نہیں ہے تو وہ اپنی ان ساری نمازوں کو دہرائے گا جو اس نے آخری بار سونے کے بعد پڑھی ہے۔

③ الأصلُ في الأَشْياءِ الطَّهارَةُ/ الإبَاحَةُ

(اصل یہ ہے کہ چیزیں پاک ہیں)

(اصل چیزوں میں طہارت ہے)

مسئلہ: راستے میں چلتے ہوئے کپڑوں پر کیچڑ پڑ گیا ہو تو کیا نماز چھوڑ دے؟

کسی جگہ نماز پڑھنے کے بعد شک میں پڑ جانا؟

مثال: اگر راستے میں چلتے ہوئے کپڑوں پر کیچڑ پڑ گیا ہو تو اصل میں پاک ہے الا یہ کہ ہمیں یقینی طور پر نجاست معلوم ہو جائے کیونکہ چیزوں میں اصل پاکیزگی ہے الا یہ کہ اس کے نجس ہونے کی دلیل ہو۔

مثال: جس نے کسی جگہ پر نماز پڑھی تو اصل میں وہ جگہ پاک ہے الا یہ کہ ہمیں یقینی طور پر معلوم ہو جائے کی اس جگہ پر نجاست تھی۔

④ الأصلُ بَراءَةُ الذِّمَّةِ

(اصل یہ ہے کہ ذمہ داری سے انسان بری ہے)

(اصل میں انسان ذمہ داری سے بری ہے)

مسئلہ: وتر کی نماز کا کیا حکم ہے؟

مثال: وتر کی نماز اصل میں واجب نہیں ہے کیونکہ اس کے واجب ہونے کی کوئی قوی دلیل موجود نہیں ہے۔

مثال: عمر یہ دعویٰ کرتا ہے کہ خالد نے اس سے قرض لیا ہے جسے خالد انکار کرتا ہے اور عمر کے پاس نہ اس بات کا ثبوت ہے او اور نہ گواہ۔ تو اصل میں خالد بری سمجھا جائگا اور اس پر کوئی قرض نہیں مانا جانگا کیونکہ اصل میں خالد بری الذمہ ہے۔ عمر کو ثابت کرنا پڑے گا کہ خالد کے اوپر اس کا قرض ہے۔

مثال: ایک شخص پر روزہ توڑنے کا الزام ہے، جب تک دلیل نہ ہو، اصل یہ ہے کہ اس پر کفارہ لازم نہیں۔

⑤ الأصلُ في الأُمورِ العارِضَةِ العَدَمُ

(اصل یہ ہے کہ حادثہ اور نئی چیز واقع نہیں ہوئی)

کسی نئی بات یا حادثہ کے بارے میں جب تک یقینی ثبوت نہ ہو، اس کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔

مثال 1: کسی عورت پر الزام لگا کہ اس کا نیا نکاح ہو گیا ہے، لیکن اس کی کوئی شہادت موجود نہیں ← اصل یہ ہے کہ نکاح نہیں ہوا۔

مثال 2: کسی مرد پر کہا گیا کہ اس نے طلاق دے دی ہے لیکن کوئی گواہی یا اقرار موجود نہیں ← اصل یہ ہے کہ طلاق نہیں ہوئی۔

⑥ الأصلُ في الأبْضاعِ وَاللُّحومِ وَمالِ المَعصُومِ وَنَفسِه التَّحرِيمُ

اصل یہ ہے کہ عورتوں کی شرمگاہیں (نکاح کے بغیر)، گوشت (ذبح کے بغیر)، مسلمان کا مال اور اس کی جان سب حرام ہیں۔

مثال 1: کسی عورت کو بغیر نکاح کے اپنے لئے حلال سمجھنا ناجائز ہے، اصل حرمت ہے، صرف نکاح سے حلت ثابت ہوتی ہے۔

مثال 2: جانور کا گوشت جب تک شرعی ذبح سے ثابت نہ ہو، وہ حرام ہے۔

مثال 3: مسلمان کا مال جب تک جائز طریقے سے حاصل نہ ہو (خرید و فروخت، ہبہ وغیرہ) تو لینا حرام ہے

7 لا عِبْرَةَ بِالظَّنِّ البَيِّنِ خَطَؤُهُ

اس گمان کا کوئی اعتبار نہیں جس کا خطا ہونا ظاہر ہو

فقہ میں ایسے وہم یا گمان کو معتبر نہیں مانا جاتا جس کی غلطی واضح ہو۔

مثال 1: آدمی کو شک ہوا کہ اس کا وضو ٹوٹ گیا ہے، لیکن کوئی علامت نہیں ← وضو باقی ہے، گمان کا اعتبار نہیں۔

مثال 2: نماز میں مقتدی کو شک ہوا کہ امام نے تین رکعت پڑھی ہیں یا چار، اور غالب گمان ہے کہ چار ہی ہیں ← یہاں وہم کا اعتبار نہیں ہوگا، یقین پر عمل ہوگا۔

مثال 3: کسی نے کہا کہ یہ کپڑا ناپاک ہے، لیکن کوئی دلیل یا اثرِ نجاست موجود نہیں ← یہ محض وہم ہے، معتبر نہیں۔

القاعدة الثالثة: ﴿المَشَقَّةُ تَجْلِبُ التَّيْسِيرَ﴾

(مشقت آسانی لاتی ہے / تنگی اور مشکل میں آسانی اور رخصت آتی ہے)

أدِلَّةُ القاعِدةِ:

دَلَّ على هذه القاعِدةِ القُرآنُ والسُّنَّةُ:

1- مِنَ القُرآنِ:

- قال اللهُ تَعالى: يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ [البقرة: 185]

"اللہ تمہارے لیے آسانی چاہتا ہے اور تمہارے لیے سختی نہیں چاہتا۔"

- وقال اللهُ عَزَّ وجَلَّ: وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ [الحج: 78]

"اور اللہ نے تم پر دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی۔"

وَجهُ الدَّلالةِ مِنَ الآيَتَينِ:

دَلالتُهما واضِحةٌ في إرادةِ الشَّريعةِ اليُسرَ ونَفيَ الحَرَجِ والمَشَقَّةِ عنِ المُكَلَّفِ، وفيهما إشارةٌ إلى ما خُفِّف عن هذه الأُمَّةِ مِنَ المُشَدَّدِ على غَيرِهم مِنَ الإصرِ ونَحوِه، مَعَ ما شُرِعَ لهم مِنَ التَّخفيفاتِ الأُخرى؛ دَفعًا للمَشَقَّةِ

((القواعد)) للحصني (1/204، 309)، ((الفوائد السنية)) للبرماوي (5/208)، ((الأشباه والنظائر)) للسيوطي (ص: 76)

ان دونوں آیات کا مفہوم بالکل واضح ہے کہ شریعت کا مقصد مکلّف پر آسانی پیدا کرنا اور اس سے سختی و مشقت کو دور کرنا ہے۔

ان میں اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ اس امت سے وہ سخت پابندیاں (إصر) ہٹا دی گئیں جو پچھلی امتوں پر عائد تھیں، اور مزید کئی تخفیفات (رخصتیں) بھی مشروع کی گئیں تاکہ مشقت دور ہو اور آسانی حاصل ہو۔

2- مِنَ السُّنَّةِ:

- عن أبي هرَيرةَ رَضِيَ اللهُ عنه أنَّ أعرابيًّا بال في المَسجِدِ، فثارَ إليه النَّاسُ ليَقَعوا به، فقال لهم رَسولُ اللهِ ﷺ: ((دَعُوه، وأهريقوا على بَولِه ذَنُوبًا مِن ماءٍ -أو سَجْلًا مِن ماءٍ- فإنَّما بُعِثتُم مُيَسِّرينَ، ولم تُبعَثوا مُعَسِّرينَ)) أخرجه البخاري (6128)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی نے مسجد میں پیشاب کردیا۔ لوگ اس پر جھپٹ پڑے تاکہ اسے سزا دیں، مگر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اسے چھوڑ دو، اور اس کے پیشاب پر ایک بالٹی یا ڈول بھر پانی بہا دو۔ تم آسانی پیدا کرنے والے بنا کر بھیجے گئے ہو، سختی کرنے والے بنا کر نہیں۔"

- وعن أنَسِ بنِ مالكٍ رَضِيَ اللهُ عنه أنَّ رَسول الله ﷺ إذا بَعَثَ أحَدًا مِن أصحابِه في بَعضِ أمرِه، قال: ((بَشِّروا ولا تُنَفِّروا، ويَسِّروا ولا تُعَسِّروا))
أخرجه مسلم (1732)

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ اپنے کسی صحابی کو کسی کام کے لیے روانہ فرماتے، تو انہیں نصیحت کرتے ہوئے کہا کرتے:

"لوگوں کو خوشخبری دو، ان کو متنفر نہ کرو، اور آسانی پیدا کرو، سختی نہ کرو۔"

ودَلالةُ الحديثينِ واضِحةٌ في أنَّ المَشقَّةَ تَجلبُ التَّيسيرَ، وأنَّ الشَّريعةَ تُريدُ التَّيسيرَ على المُكَلَّفِ لا التَّعسيرَ عليه.

((القواعد)) للحصني (1/310،309)، ((الأشباه والنظائر)) للسيوطي (ص: 76)، ((التيسير بشرح الجامع الصحيح)) للمناوي (1/362)، ((الكوكب الدري على جامع الترمذي)) للكنكوهي (1/128،127)

یہ دونوں احادیث بالکل واضح دلیل ہیں کہ:

شریعت کا مقصد لوگوں کے لیے آسانی پیدا کرنا ہے۔

جہاں مشقت پیش آتی ہے وہاں آسانی فراہم کی جاتی ہے۔

مِنَ الأمثِلةِ على هذه القاعِدةِ:

اگر پانی نقصان کرتا ہو تو طہارت کیسے کرے ؟

سفر کی حالت میں نماز کیسے ادا کرے؟

پہلی مثال: ایسا مریض جسے پانی نقصان کرتا ہو یا جس سے اس کا مرض بڑھ سکتا ہے یا شفا یابی میں تاخیر ہو سکتی ہے ، اس کے لئے جائز ہے کہ وہ تیمم کرلے۔

دوسری مثال: دو نمازوں کو جمع کرنا سفر میں یا بیماری کی حالت یا بارش میں اس وقت جبکہ ہر نماز کو وقت پر پڑھنا مشکل ہو۔

القَواعِدُ المندَرِجَةُ تحتَ قاعِدةِ المَشَقَّةُ تَجلبُ التَّيسيرِ

وہ قواعد جو قاعدہ "مشقت آسانی لاتی ہے" کے تحت آتے ہیں

1. إِذَا ضَاقَ الأَمْرُ اتَّسَعَ، وَإِذَا اتَّسَعَ ضَاقَ

2. الضَّرُورَاتُ تُبِيحُ المَحظُورَاتِ

3. مَا أُبِيحَ لِلضَّرُورَةِ يُقَدَّرُ بِقَدَرِهَا

4. لا وَاجِبَ مَعَ العَجْزِ

5. المَيسُورُ لا يَسقُطُ بِالمَعسُورِ

6. الاضطِرارُ لا يُبطِلُ حَقَّ الغيرَ

❶ إِذَا ضَاقَ الأَمْرُ اتَّسَعَ، وَإِذَا اتَّسَعَ ضَاقَ

جب معاملہ تنگ ہو جاتا ہے تو شریعت میں آسانی پیدا ہو جاتی ہے، اور جب وسعت ہو تو سختی کی جاتی ہے۔

ایک شخص سفر پر نکل رہا ہو اور اس کی ٹرین چلنے کے وقت جماعت کھڑی ہو جائے تو وہ کیا کرے؟

مثال : اگر کوئی شخص سفر پر نکل رہا ہو اور اس کی ٹرین چلنے کے وقت جماعت کھڑی ہو جائے تو اس کے جماعت میں شامل ہونے کی فرضیت اس پر سے ساقط ہو جاتی ہے۔

المُعسِر بالدَّین (قرض دار) ← اگر کوئی شخص مقروض ہے اور اس کے پاس ادائیگی کی طاقت نہیں، تو اسے مہلت دینا واجب ہے۔

﴿وَإِن كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلَىٰ مَيْسَرَةٍ﴾ (البقرة: 280)

❷ الضَّرُورَاتُ تُبِيحُ المَحظُورَاتِ

(ضرورت حرام چیز کو مباح (جائز) کر دیتی ہے)

ضرورتیں ممنوعہ چیزوں کو جائز کر دیتی ہیں۔

بھوکا انسان جو مرنے کے قریب ہے ← اس کے لیے مردار کھانا جائز ہے تاکہ جان بچ جائے۔

سفر کی حالت میں اگر کسی کو مردار جانور کے علاوہ کھانے کے لئے کچھ اور نہ ملے تو کیا کرے ؟

مثال : اگر کسی شخص کو سفر میں شدید بھوک کی وجہ سے ہلاک ہونے کا خوف ہو اور اسے مردار جانور کے علاوہ کچھ اور نہ ملے تو اس کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنی جان بچانے کے لئے بقدر ضرورت اس میں سے کھالے اور یہ اس کے لئے جائز ہے (بلکہ واجب ہے)۔

③ مَا أُبِيحَ لِلضَّرُورَةِ يُقَدَّرُ بِقَدَرِهَا

(جو چیز ضرورت کی وجہ سے جائز کی گئی ہے، وہ صرف ضرورت کی مقدار تک محدود ہے۔)

الضَّروراتُ تُقَدَّرُ بِقدرها

(ضرورت کے وقت حسب ضرورت کا اعتبار ہو گا)

مثال: مضطر کو صرف اتنی مقدار میں مردار کھانے کی اجازت ہے جس سے جان بچ جائے، زیادہ کھانا جائز نہیں۔

مثال: اگر بیمار عورت کو مرد ڈاکٹر کے علاوہ کوئی اور نہ ملے اور علاج کے لئے طبیب کو اس (عورت) کے جسم کے کسی حصے کو کھولنے کی ضرورت پڑے تو حسب ضرورت اس جگہ کو کھولنے کے علاوہ اسے کسی اور حصے کو کھولنا یا طبیب کو اس حصے کو دیکھنے کے علاوہ کسی اور حصے کو دیکھنا جائز نہیں۔

❹ لا وَاجِبَ مَعَ العَجْزِ

عجز اور بے بسی کی حالت میں واجب ساقط ہو جاتا ہے۔

(عاجزی کے ساتھ واجب نہیں)

مسئلہ: ایک شخص کی کلائی پر پلاسٹر لگا ہے تو وہ وضوء کیسے کرے؟

مثال 1 : جس کی کلائی پر پلاسٹر لگا ہو تو وضوء میں ہاتھ دھونے کے وقت اس پر وہ مسح کرے گا اور اس حصے پر دھونے کی فرضیت ساقط ہو جاتی ہے۔

مثال 2 : جس کے پاس حج کرنے کے لئے زاد راہ نہ ہو تو اس پر سے حج کی فرضیت ساقط ہو جاتی ہے۔

مثال 3 : جو شخص کھڑا ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتا، وہ بیٹھ کر نماز پڑھے گا۔

مثال 4 : جسے روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہو (بڑھاپا یا بیماری) اس پر روزہ ساقط ہے، اور بدل میں فدیہ واجب ہے۔

❺ المَيسُورُ لا يَسقُطُ بِالمَعسُورِ

(جس چیز میں آسانی ہے وہ مشقت والی چیز کے ساتھ ساقط نہیں ہوتی)

جو آسان حصہ میسر ہے وہ مشکل کی وجہ سے ساقط نہیں ہوتا۔

مسئلہ: ایک شخص نماز میں قیام تو کر سکتا ہے مگر کمر میں تکلیف کی وجہ سے رکوع یا سجدہ جھک کر نہیں کر سکتا۔

مثال 1 : جس کی کلائی پر پلاسٹر لگا ہو تو وضوء میں ہاتھ دھونے کے وقت اس پر وہ مسح کرے گا مگر دیگر اعضاء کو وہ دھوئے گا اس لئے کہ دیگر اعضاء کو دھونا اس کے لئے آسان ہے اور اس کے لئے اس وجہ سے تیمم کرنا جائز نہیں۔

مثال 2 : جو نماز میں قیام تو کر سکتا ہے مگر کمر میں تکلیف کی وجہ رکوع یا سجدہ جھک کر نہیں کر سکتا تو اس کے لئے جائز نہیں کہ وہ (فرض) نمار بیٹھ کر پڑھے بلکہ وہ نماز کھڑا ہو کر پڑھے گا مگر رکوع یا سجدے کی حالت میں بقدر استطاعت جھکے گا۔

مثال 3: اگر قرآن مکمل یاد نہیں تو جتنا یاد ہے اُسی سے نماز میں قراءت کرے۔

❻ الاضطِرارُ لا یُبطِلُ حَقَّ الغَیرَ

اضطرار کی حالت دوسرے کے حق کو ختم نہیں کرتی۔

مثال: اگر کوئی بھوک سے ہلاک ہونے کے قریب ہے اور اس نے کسی دوسرے کے باغ سے پھل کھا لیے ← جان بچانے کے لئے یہ جائز ہے، مگر اس پر لازم ہے کہ بعد میں اس کا بدل (قیمت) ادا کرے، کیونکہ اضطرار نے دوسرے کے حقِ ملکیت کو ختم نہیں کیا۔

القاعدة الرابعة: ﴿الضَّرَرُ يُزَالُ﴾

(نقصان کو ہٹایا جاتا ہے / نقصان ختم کیا جائے گا)

أدِلَّةُ القاعِدةِ:

يُستَدَلُّ لهذه القاعِدةِ بالقُرآنِ الكَريمِ، والسُّنَّةِ النَّبَويَّةِ:

"اس قاعدے کے دلائل: اس قاعدے پر قرآنِ کریم اور نبی کریم ﷺ کی سنت سے دلیل لی جاتی ہے۔"

1- مِنَ القُرآنِ الكَريمِ:

- قال اللهُ تعالى: وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ [الأنفال: 39]

"اور ان سے قتال کرو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین سب کا سب اللہ ہی کے لیے ہو جائے۔"

وَجهُ الدَّلالةِ:

أنَّ الشِّركَ مَضَرَّةٌ في الدِّينِ، فيُزالُ بقِتالِ المُشرِكينَ المُحارِبينَ والمُرتَدِّينَ، حتَّى لا يَبقى إلَّا مُسلِمٌ أو مُسالمٌ بهُدنةٍ أو بجِزيةٍ.

((تشنيف المسامع)) للزركشي (3/464)، ((الفوائد السنية)) للبرماوي (5/2142)

شرک دین کے لیے نقصان دہ ہے، اس لیے مشرک محاربین اور مرتدین کے خلاف قتال کیا جاتا ہے تاکہ زمین پر صرف مسلمان رہیں یا وہ جو صلح کے ساتھ پرامن ہوں یا جزیہ دینے والے ہوں۔

2- مِنَ السُّنَّةِ:

- عَنْ عُبادةَ بنِ الصَّامِتِ رَضِيَ اللهُ عنه أنَّ النَّبيَّ ﷺ قالَ:

((لا ضَرَرَ ولا ضِرارَ))

أخرجه ابن ماجه (2340)

عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

"نہ خود نقصان اٹھاؤ اور نہ دوسروں کو نقصان پہنچاؤ۔"

وَجهُ الدَّلالةِ:

الحَديثُ واضِحٌ في مَنعِ الضَّرَرِ، وقيل في الفَرقِ بَينَ الضَّرَرِ والضِّرارِ: أنَّ الضَّرَرَ: ما كان مِن فِعلِ واحِدٍ، والضِّرارَ: ما كان مِنِ اثنَينِ، فيَضُرُّ كُلٌّ مِنهما بالآخَرِ.

((الموافقات)) للشاطبي (3/185)، ((القواعد)) للحصني (1/334)، ((الفوائدالسنية)) للبرماوي (5/2142)

یہ حدیث صاف طور پر نقصان (ضرر) سے منع کرتی ہے۔ بعض اہلِ علم نے ضرر اور ضرار میں فرق کیا ہے: ضرر وہ ہے جو ایک ہی شخص کے فعل سے ہو، جبکہ ضرار وہ ہے جو دو افراد کے درمیان ہو، یعنی ہر ایک دوسرے کو نقصان پہنچائے۔

قال الحصنيُّ رحمه اللَّه:

(هذه القاعِدةُ يُبنى عليها كَثيرٌ مِن أبوابِ الفِقهِ ومَسائِلُ لا تَكادُ تُحصى)

((القواعد)) (1/334)

حصنی رحمہ اللہ نے فرمایا: "یہ قاعدہ فقہ کے بہت سے ابواب پر مبنی ہے، اور ایسے مسائل پر بھی جو شمار میں نہیں آ سکتے۔"

وقال البِرْماويُّ رحمه اللَّه:

(هذه القاعِدةُ فيها مِنَ الفِقه ما لا حَصرَ له، ولعَلَّها تَتَضَمَّنُ شَطرَه)

((الفوائدالسنية)) (5/2142)

.برماوی رحمہ اللہ نے فرمایا: "اس قاعدے میں اتنے زیادہ فقہی مسائل آتے ہیں جن کی کوئی حد نہیں، بلکہ غالب گمان ہے کہ یہ قاعدہ آدھی فقہ کو اپنے اندر شامل کرتا ہے۔"

وكُلُّ هذه المَسائِلِ تَدُلُّ على نَفيِ الضَّرَرِ ووُجوبِ إزالتِه

اور یہ تمام مسائل اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ نقصان (ضرر) کی نفی ہے اور اس کو دور کرنا واجب ہے۔

يَندَرِجُ تَحتَ هذه القاعِدةِ أمثِلةٌ كَثيرةٌ جِدًّا:

پہلی مثال: ایک شخص اپنے گھر کی تعمیر کے لئے استعمال ہونے والے لوہے، لکڑی اور سیمنٹ وغیرہ کو گھر کے سامنے والے راستے پر رکھتا ہے جس سے آنے جانے والے لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے۔ تو ایسے شخص کو اس کام سے منع کیا جائے گا کیونکہ شریعت نے خود کو اور دوسروں کو نقصان پہنچانے سے منع کیا ہے۔

دوسری مثال: ایک شخص نے اپنے پڑوسی سے دو دن کے لئے عاریہ گاڑی لی ہے اور وہ اسے لاپرواہی سے چلاتا ہے اور اپنے دوستوں کے ساتھ اس پر ریس لگاتا ہے۔ ایسا کرنا اس کے لئے شرعا جائز نہیں کیونکہ وہ دوسرے کی چیز کو نقصان میں ڈال رہا ہے۔ اگر اس کی لا پرواہی سے اس کے پڑوسی کی گاڑی خراب ہو جاتی ہے یا حادثے کا شکار ہوتی ہے تو اس کے اوپر اس نقصان کی تلافی ہے۔

تیسری مثال: عیوب کی موجودگی میں نکاح کا فسخ اس لیے جائز ہے کہ اس حالت پر باقی رہنے میں لازم طور پر نقصان (ضرر) ہے، خصوصاً بیوی کے پہلو میں؛ کیونکہ اسے طلاق دینے کا اختیار حاصل نہیں ہوتا۔

القَواعِدُ المندَرِجَةُ تحتَ قاعِدةِ الضَّرَرُ يُزالُ

وہ قواعد جو قاعدہ " نقصان کو ہٹایا جاتا ہے "کے تحت آتے ہیں

1. الضَّرَرُ يُزَالُ

2. الضَّرَرُ يُدفَعُ بِقَدْرِ الإِمْكَانِ

3. الضَّرَرُ لا يُزَالُ بِمِثْلِهِ

4. الضَّرَرُ الأَشَدُّ يُزَالُ بِالأَخَفِّ

5. إِذَا تَعَارَضَتْ مَفْسَدَتَانِ رُوعِيَ أَعْظَمُهُمَا بِارْتِكَابِ أَخَفِّهِمَا

6. دَرْءُ المَفَاسِدِ أَوْلَى مِنْ جَلْبِ المَصَالِحِ

❶ الضَّرَرُ يُزَالُ

نقصان کو ختم کیا جاتا ہے۔

" مُردہ حاملہ عورت کے پیٹ کو اس کے زندہ بچے کو بچانے کے لیے چاک کرنا جائز ہے، کیونکہ جیسے علاج اور دوا کے لیے پیٹ چاک کرنا جائز ہے، اسی طرح ایک محترم جان کو بچانے کے لیے بھی جائز ہے۔ اور چونکہ بچے کا پیٹ میں باقی رہنا محض نقصان ہے، اس لیے اسے لازمی جراحی کے ذریعے دور کیا جائے گا؛ اس شرعی قاعدے کے تحت جو کہتا ہے: "نقصان کو دور کیا جاتا ہے۔"

((أحكام الجراحة الطبية)) لمحمد بن المختار الشنقيطي (ص: 156)

❷ الضَّرَرُ يُدفَعُ بِقَدْرِ الإِمْكَانِ

نقصان کو حتی المقدور دور کیا جائے۔

(نقصان دہ چیز کو جہاں تک ممکن ہو دور کیا جائے)

مسئلہ: ہاتھ یا پاؤں کا وہ حصہ جسے خراب ہونے کی وجہ سے کاٹنے کی ضرورت پڑ جائے تو کیا کیا جائے؟

مثال: ہاتھ یا پاؤں کا وہ حصہ جسے خراب ہونے کی وجہ سے کاٹنے کی ضرورت پڑ جائے تو اسے کاٹ دیا جائے تا کہ اس کی خرابی پورے جسم میں نہ پھیلے اور انسان کی ہلاکت کا سبب بن جائے۔

مثال: جس کے پاس پورے ستر کو چھپانے کے لئے کپڑا نہ ہو تو وہ کم از کم صرف اپنی شرم گاہ چھپالے۔

❸ الضَّرَرُ لا يُزَالُ بِمِثْلِهِ

نقصان کو ویسے ہی نقصان کے ذریعہ نہیں دور کیا جا سکتا۔

مثال 1 : ایک زندہ انسان کے جسم سے کوئی عضو لینا اور اسے کسی دوسرے ضرورت مند انسان کے جسم میں پیوند کرنا جائز ہے تاکہ اس کی جان بچائی جا سکے یا اس کے بنیادی اعضاء میں سے کسی کی کارکردگی بحال کی جا سکے۔ اس میں بڑا فائدہ اور اس شخص کے لیے خیر کی مدد ہے جس میں عضو لگایا جائے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ جس شخص سے عضو لیا جا رہا ہے، اس کے لیے ایسا نقصان نہ ہو جو اس کی معمول کی زندگی کو متاثر کرے۔ کیونکہ شرعی قاعدہ یہ ہے کہ نقصان کو نہ تو ویسے ہی نقصان سے اور نہ ہی اس سے زیادہ بڑے نقصان سے دور کیا جاتا ہے۔

((أحكام الجراحة الطبية)) لمحمد بن المختار الشنقيطي (ص: 415)

مثال 2 : نبی کریم ﷺ نے مسجد میں پیشاب کرنے والے شخص کے بارے میں فرمایا: "اسے مت روکو" کیونکہ اگر اسے روک دیا جاتا تو ناپاکی پھیل جاتی اور فساد زیادہ بڑھ جاتا۔

((الفوائد السنية)) للبرماوي (5/2145)

❹ الضَّرَرُ الأَشَدُّ يُزَالُ بِالأَخَفِّ

(بڑے نقصان کو چھوٹے نقصان سے دور کیا جائے)

مثال 1 : ننگا شخص اگر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے سے زیادہ نقصان (فتنہ یا شرم) میں مبتلا ہوگا تو اسے بیٹھ کر نماز پڑھنے کی اجازت ہے، تاکہ بڑا ضرر دور ہو اور چھوٹا ضرر برداشت ہو۔

مثال 2 : جس شخص پر نفقہ (خرچہ) واجب ہو اور وہ اسے ادا کرنے سے انکار کرے، خواہ وہ اپنے بیٹے کا نفقہ ہی کیوں نہ ہو، تو اسے قید میں رکھنا جائز ہے۔ اور اگر وہ خرچ دینے سے پھر بھی انکار کرے تو قید کے دوران اسے مارنے کی بھی اجازت ہے۔

((شرح القواعد الفقهية)) لأحمد الزرقا (ص: 199)، ((القواعد الفقهية)) لمحمد الزحيلي (1/220)

❺ إِذَا تَعَارَضَتْ مَفْسَدَتَانِ رُوعِيَ أَعْظَمُهُمَا بِارْتِكَابِ أَخَفِّهِمَا

جب دو برائیاں جمع ہو جائیں تو بڑی برائی سے بچنے کے لیے چھوٹی برائی اختیار کی جائے۔

(دو نقصان دہ چیزوں میں سے کم نقصان دہ چیز کو اختیار کرنا تاکہ بڑے نقصان کو دفع کیا جاسکے۔)

مسئلہ: اگر بچے کی پیدائش سے پہلے زچگی کی حالت میں ماں کی موت ہو جائے اور بچے کے بچ جانے کی امید باقی ہو تو کیا کرے؟

مثال 1 : اگر بچے کی پیدائش سے پہلے زچگی کی حالت میں ماں کی موت ہو جائے اور بچے کے بچ جانے کی امید باقی ہو تو ماں کا پیٹ کھول کر بچے کو نکال لینا جائز ہے تاکہ بچے کی بھی موت واقع نہ ہو جائے۔

مثال 2 : اگر حمل کے دوران یہ پتا چل جائے کہ بچے کی موت ہو چکی ہے تو ماں کی جان بچانے کے لئے بچے کو نکال دینا چاہیئے۔

مثال 3 : اگر منکر پر انکار کرنے سے اس سے بڑا منکر پیدا ہو تو خاموش رہنا بہتر ہے۔

مثال 4: اگر کسی عورت کے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے سے اس کی ستر (عورت) کا کوئی حصہ کھل جاتا ہو جس سے نماز درست نہ رہتی ہو، اور بیٹھ کر نماز پڑھنے سے کچھ نہ کھلے، تو وہ بیٹھ کر نماز پڑھے گی؛ کیونکہ قیام (کھڑے ہونا) چھوڑ دینا کم نقصان والا ہے۔

((الأشباه والنظائر)) لابن نجيم (ص: 76)

مثال 5: منکر پر خاموش رہنا جائز ہے جب اس کے انکار پر اس سے بھی بڑا نقصان مرتب ہو، اسی طرح ظالم امیر (حاکم) کی اطاعت جائز ہے اگر اس کے خلاف خروج کرنے سے زیادہ بڑا شر پیدا ہوتا ہو۔

((شرح القواعد الفقهية)) لأحمد الزرقا (ص: 201)، ((القواعد الفقهية)) لمحمد الزحيلي (1/232)

6 دَرْءُ المَفَاسِدِ أَوْلَى مِنْ جَلْبِ المَصَالِحِ

(مفسدے کو دور کرنا کسی خیر کو پانے سے بہتر ہے)

نقصان کو دور کرنا فائدہ حاصل کرنے سے زیادہ اہم ہے۔

مثال 1: مرتد کو قتل کرنا کیونکہ اس کو چھوڑ دینے میں مفسدہ زیادہ ہے اور اس کے باقی رہنے سے اس کا شر پھیلے گا اور اپنے اہل واولاد اور دوسرے مسلمانوں کو بھی فتنہ اور شک و شبہات میں ڈال دیگا جس میں فساد زیادہ ہو گا۔ تو اس مفسدے کو دور کرنا اس خیر سے زیادہ اہم ہے جو اس کے وجود سے برقرار ہے جیسے اس کا اپنے گھر والوں کی دیکھ بھال کرنا اور ان پر خرچ کرناوغیرہ۔

مثال 2: ظالم حکمران کے خلاف بغاوت اور خروج کرنے سے شریعت نے منع کیا ہے کیونکہ اس میں مفسدہ زیادہ ہے اور اس سے فتنہ اور شر اور زیادہ بڑھے گا بنسبت خیر کے کیونکہ حکمران گرچہ ظالم کیوں نہ ہو اس کی وجہ سے ملک میں امن برقرار رہتا ہے جو کہ خروج اور بغاوت کرنے سے باقی نہیں رہے گا۔

مثال 3: مبالغہ کے ساتھ کُلّی کرنا اور ناک میں پانی چڑھانا (استنشاق) سنت ہے، لیکن روزے دار کے لیے یہ مکروہ ہے؛ کیونکہ روزہ ٹوٹنے کے فساد کو روکنا اُس مصلحت کے حاصل کرنے پر مقدم ہے جو مبالغہ مستحب ہونے کی صورت میں کُلی اور استنشاق کے اندر موجود ہے۔ ((الأشباه والنظائر)) للسيوطي (ص: 88)

مثال 4: مالک کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنی ملکیت میں ایسا تصرف کرے جو اُس کے پڑوسی کو واضح نقصان پہنچائے؛ جیسے کہ ایسی کھڑکی کھولنا جو اُس کے پڑوسی کی عورتوں کے مقامِ سکونت پر براہِ راست نظر ڈالے، یا اُس کے صحن کو کوڑا کرکٹ ڈالنے کی جگہ بنالے۔ ((القواعد الفقهية)) لمحمد الزحيلي (1/239)

القاعدة الخامسة: العَادَةُ مُحَكَّمَةٌ /العُرُفُ مُحَكَّمٌ

(عادت یا عرف کا اعتبار حکم میں ہوتا ہے / معاشرتی رواج اور عرف کو معتبر مانا جاتا ہے (جب تک شریعت کے خلاف نہ ہو)

أدِلَّةُ القاعِدةِ:

يُستَدَلُّ لهذه القاعِدةِ بالقُرآنِ الكَريمِ، والسُّنَّةِ النَّبَويَّةِ:

1- مِنَ القُرآنِ الكَريمِ:

- قال اللهُ تعالى: خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ [الأعراف: 199]

"درگزر کو اختیار کرو، نیکی کا حکم دو اور جاہلوں سے اعراض کرو"

وَجهُ الدَّلالةِ:

يَدُلُّ ظاهِرُ هذه الآيةِ على أنَّ كُلَّ ما شَهِدَت به العادةُ قُضيَ به، إلَّا أن يَكونَ هناكَ بَيِّنةٌ، والمُرادُ بالعُرفِ هنا: المَعروفُ مِنَ الدِّينِ، المَعلومُ مِن مَكارِمِ الأخلاقِ ومَحاسِنِ الأعمالِ، المُتَّفَقُ عليه في كُلِّ شَريعةٍ. وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ تَتَناوَلُ جَميعَ المَأموراتِ والمَنهيَّاتِ

((أحكام القرآن)) لابن العربي (2/362)، ((الفروق)) للقرافي (3/149)

اس آیت کا ظاہر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ہر وہ چیز جس پر عادت و عرف (عام رواج) کی گواہی ہو، اس پر فیصلہ کیا جائے گا، سوائے اس کے کہ اس کے خلاف کوئی واضح دلیل (بیّنہ) موجود ہو۔ یہاں "عرف" سے مراد دین میں معروف باتیں ہیں: اخلاقِ حسنہ، اچھے اعمال اور وہ نیک باتیں جو ہر شریعت میں متفق علیہ ہیں۔ "وامر بالعرف" کا حکم تمام اوامر و نواہی (احکام و ممانعتوں) کو شامل ہے۔

قوله تعالى : ﴿وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ [البقرة : 228]

(اور عورتوں کے بھی ویسے ہی حق ہیں جیسے ان پر مردوں کے ہیں اچھائی کے ساتھ)

وَجهُ الدَّلالةِ:

تُفيدُ هذه الآيَةُ الرُّجوعَ إلى العُرفِ وتَحكيمَه؛ حَيثُ إنَّ قَولَ اللهِ تعالى: ﴿بِالْمَعْرُوفِ﴾ يَدُلُّ على أنَّ الواجِبَ مِنَ النَّفقةِ والكِسوةِ هو على قدرِ حالِ الرَّجُلِ في إعسارِه ويَسارِه؛ إذ ليسَ مِنَ المَعروفِ إلزامُ المُعسِرِ أكثَرَ مِمَّا يَقدِرُ عليه ويُمكِنُه، ولا إلزامُ الموسِرِ الشَّيءَ الطَّفيفَ، ويَدُلُّ أيضًا على أنَّ النَّفقةَ والكِسوةَ هنا على مِقدارِ الكِفايةِ مَعَ اعتِبارِ حالِ الزَّوجِ،

وقد بَيَّنَ ذلك بقَولِه عَقيبَ ذلك: ﴿لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ إِلَّا وُسْعَهَا﴾، فإذا اشتَطَّتِ المَرأةُ وطَلَبَت مِنَ النَّفقةِ أكثَرَ مِنَ المُعتادِ المُتَعارَفِ لمِثلِها لم تُعطَ، وكذلك إذا قَصَّرَ الزَّوجُ عن مِقدارِ نَفقةِ مِثلِها في العُرفِ والعادةِ لم يَحِلَّ ذلك، وأُجبرَ على نَفقةِ مِثلِها. ((أحكام القرآن)) للجصاص (1/489)

یہ آیت عرف (رواج) کی طرف رجوع کرنے اور اس کو معیار بنانے پر دلالت کرتی ہے۔
کیونکہ اللہ تعالیٰ کے فرمان "بِالْمَعْرُوفِ" سے مراد یہ ہے کہ نفقہ اور کپڑے (بیوی کے اخراجات) مرد کی حالت کے مطابق ہوں، چاہے وہ تنگ دست ہو یا خوشحال۔ اس لیے کہ یہ "معروف" نہیں کہ تنگ دست کو اس کی استطاعت سے زیادہ کا مکلّف بنایا جائے، اور نہ ہی یہ "معروف" ہے کہ خوشحال کو بہت تھوڑا دیا جائے۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ نفقہ اور لباس اتنے ہونے چاہئیں جو کفایت کے لائق ہوں، اور ساتھ ساتھ شوہر کی حالت کو بھی مدنظر رکھا جائے۔

اس کی مزید وضاحت اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے: "لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ إِلَّا وُسْعَهَا" (یعنی کسی جان پر اس کی وسعت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالا جاتا)۔
چنانچہ اگر عورت ضرورت سے زیادہ اور غیر معمولی نفقہ کا مطالبہ کرے تو اسے نہ دیا جائے گا، اور اگر شوہر عرف اور عادت کے مطابق بیوی کے لائق نفقہ دینے میں کوتاہی کرے تو یہ درست نہ ہوگا، بلکہ اسے مجبور کیا جائے گا کہ عرف کے مطابق بیوی کا حق پورا کرے۔

عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ هِنْدَ بِنْتَ عُتْبَةَ، قَالَتْ:

" يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ أَبَا سُفْيَانَ رَجُلٌ شَحِيحٌ وَلَيْسَ يُعْطِينِي مَا يَكْفِينِي وَوَلَدِي إِلَّا مَا أَخَذْتُ مِنْهُ وَهُوَ لَا يَعْلَمُ، فَقَالَ: ﴿خُذِي مَا يَكْفِيكِ وَوَلَدَكِ بِالْمَعْرُوفِ﴾

[صحيح البخاري/كتاب النفقات/حديث: 5364]

عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ ہند بنت عتبہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! ابوسفیان رضی اللہ عنہ (ان کے شوہر) بخیل ہیں اور مجھے اتنا نہیں دیتے جو میرے اور میرے بچوں کے لیے کافی ہو سکے۔ ہاں اگر میں ان کی لاعلمی میں ان کے مال میں سے لے لوں (تو کام چلتا ہے)۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کہ تم دستور کے موافق اتنا لے سکتی ہو جو تمہارے اور تمہارے بچوں کے لیے کافی ہو سکے۔

وَجهُ الدَّلالةِ:

يَدُلُّ الحَديثُ دَلالةً واضِحةً على اعتِمادِ العُرفِ في الأُمورِ التي ليسَ فيها تَحديدٌ شَرعيٌّ؛ إذِ النَّفقةُ ليسَت مُقدَّرةً بمِقدارٍ مَخصوصٍ، وإنَّما ذلك بحَسَبِ الكِفايةِ المُعتادةِ، وهذا يَدُلُّ على اعتِبارِ العُرفِ في الأحكامِ الشَّرعيَّةِ.

((المفهم)) للقرطبي (5/161)، ((شرح النووي على مسلم)) (12/8)، ((العدة)) لابن العطار (3/1557)

یہ حدیث صاف طور پر اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جن معاملات میں کوئی شرعی حد مقرر نہیں کی گئی، وہاں عرف (رواج) کو بنیاد بنایا جائے گا۔ کیونکہ نفقہ (گھر کا خرچ) کسی خاص مقدار کے ساتھ متعین نہیں کیا گیا، بلکہ یہ عام طور پر ضرورت اور رواج کے مطابق ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ شریعت کے احکام میں عرف کا اعتبار کیا جاتا ہے۔

وقال ابنُ حَجَرٍ رحمه الله:

(المُرادُ مِنها قَولُه: "خُذي مِن مالِه ما يَكفيكِ بالمَعروفِ" فأحالَها على العُرفِ فيما ليسَ فيه تَحديدٌ شَرعيٌّ)

((فتح الباري)) (4/407)

ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا:

اس (حدیث) سے مراد یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے فرمان "خُذی مِن مالِہ مایکفیك بالمعروفِ" (اس کے مال میں سے اتنا لے لو جو تمہارے لیے دستور کے مطابق کافی ہو) میں آپ ﷺ نے ایسے معاملے کو عرف (رواج) پر چھوڑ دیا ہے جس میں شریعت نے کوئی متعین حد مقرر نہیں کی۔

يَتَخَرَّجُ على هذه القاعِدةِ كَثيرٌ مِنَ الفُروعِ الفِقهيَّةِ.

اس قاعدے پر بہت سے فقہی فروع (جزوی مسائل) کی بنیاد رکھی جاتی ہے۔

قال تَقيُّ الدِّينَ الحصنيُّ رحمه اللّٰه:

(يَنبَني على هذه القاعِدةِ مِنَ المَسائِلِ الفِقهيَّةِ ما لا يَكادُ يَتَعَدَّدُ)

((القواعد)) (1/360)

تقی الدین الحصنی رحمہ اللہ نے فرمایا:

"اس قاعدے پر ایسے فقہی مسائل کی بنیاد ہے جنہیں شمار کرنا تقریباً ممکن ہی نہیں۔"

وقال السُّيوطيُّ رحمه اللّٰه:

(اعلَمْ أنَّ اعتِبارَ العادةِ والعُرفِ رُجِعَ إليه في الفِقهِ في مَسائِلَ لا تُعَدُّ كَثرةً)

((الأشباه والنظائر)) (ص: 90)

امام سیوطی رحمہ اللہ نے فرمایا:

"جان لو کہ عادت اور عرف کا اعتبار فقہ میں ان مسائل میں کیا جاتا ہے جن کی کثرت

ومِنَ الأمثِلةِ المُخَرَّجةِ على هذه القاعِدةِ:

اور اس قاعدے پر مرتب ہونے والی مثالوں میں سے:

❶ إِنَّمَا تُعْتَبَرُ العَادَةُ إِذَا اطَّرَدَتْ أَو غَلَبَتْ

❷ المَعْرُوفُ عُرْفًا كَالمَشْرُوطِ شَرطًا

❸ الكِتَابُ كَالخِطَابِ

❹ الإِشَارَاتُ المَعْهُودَةُ مِنَ الأَخْرَسِ كَالنُطْوقِ بِاللِّسَانِ

❺ لا يُنكَرُ تَغَيُّرِ الأَحْكَامِ بِتَغَيُّرِ الأَزمَانِ

❻ المَعْرُوفُ عِندَ التُّجَّارِ كَالمَشْرُوطِ بَيْنَهُم

❼ التَّعْيِينُ بِالعُرْفِ كَالتَّعْيِينِ بِالنَّصِّ

❶ إِنَّمَا تُعْتَبَرُ العَادَةُ إِذَا اطَّرَدَتْ أَو غَلَبَتْ

عادت اسی وقت معتبر ہوتی ہے جب وہ عام ہو جائے یا اکثر پر غالب ہو۔

بعض شہروں میں نکاح کے مہر کو معجّل (فوراً دیا جانے والا) اور مؤجّل (بعد میں دیا جانے والا) حصوں میں تقسیم کرنے کا جو عرف جاری ہے، وہ اسی وقت معتبر ہوگا جب اہلِ شہر ہر نکاح میں اسی تقسیم پر عمل کرتے ہوں اور اس سے صرف اسی صورت میں انحراف کیا جائے جب صراحت کے ساتھ اس کے خلاف شرط رکھی گئی ہو۔

((المنثور)) للزركشي (2/361)، ((الأشباه والنظائر)) للسيوطي (ص: 92)، ((القواعد الفقهية)) لمحمد الزحيلي (1/308)

❷ المَعْرُوفُ عُرْفًا كَالمَشْرُوطِ شَرطًا

جو چیز عرف میں معروف ہو، وہ ایسے ہی ہے جیسے معاہدے میں شرط ہو۔

(جو چیز عرفا معلوم ہے وہ ایسی ہے جیسے شرط مشروط کے لئے۔)

مسئلہ : ایک شخص اپنے دوست سے گاڑی عاریہ لیتا ہے۔ تو کیا اس کے لئے جائز ہے کہ وہ اسے چلا کر دوسرے ملک جائے؟

مثال 1 : جس نے اپنے دوست سے گاڑی عاریہ لی ہے تو اسے چلا کر دوسرے ملک نہ لے جائے یہاں تک کہ صراحتا اس سے اس کی اجازت نہ لے لے۔

مثال 2 : اگر کوئی شخص دوسرے کے لیے کوئی کام کرے اور اجرت پر باہمی اتفاق نہ ہو؛ جیسے کوئی شخص اپنا کپڑا درزی کو سِلنے کے لیے دے، یا دھوبی کو دھونے کے لیے دے، یا اپنا کھانا باورچی کو پکانے کے لیے دے، اور دیگر ایسے افراد کو جن کا کام اجرت پر ہوتا ہے، مگر ان کے ساتھ اجرت طے نہ کرے؛ تو اس پر اجرتِ مثل (یعنی عرف کے مطابق اجرت) لازم ہوگی۔ کیونکہ یہ اجرت گویا شرط کے درجے میں ہے، اور عرفی شرط لفظی شرط کے برابر ہے۔

((زاد المعاد)) لابن القيم (5/165)، ((الأشباه والنظائر)) لابن نجيم (ص: 84)، ((درر الحكام)) لعلي حيدر (1/51)

مثال 3: اگر کرایہ دار گھر لیتے وقت یہ نہ کہے کہ پانی اور بجلی مالک مکان دے گا، لیکن عرف میں یہ مالک کی ذمہ داری ہے، تو یہ ایسے ہوگا جیسے شرط لگائی گئی ہو۔

③ الكِتَابُ كَالخِطَابِ

لکھ کر معاملہ کرنا بول کر معاملہ کرنے کے حکم میں ہے۔

مثال 1: اگر کسی نے ای میل کے ذریعے نوکری کی پیشکش کی اور دوسرے نے قبولیت بھیج دی، تو یہ ایسے ہے جیسے بالمشافہ گفتگو ہو۔

مثال 2 : بینک کے معاہدات جو صرف دستخط اور ڈاکومنٹس کے ذریعے ہوتے ہیں، یہ بھی زبانی ایجاب وقبول کے قائم مقام ہیں۔

مثال 3: ایجاب وقبول اگر خط، فیکس یا انٹرنیٹ کے ذریعہ ہو تو وہ زبان سے کہنے کے برابر ہے۔

مثال 4: اگر کسی انسان کے پاس ایک خط آئے جس میں سلام کی تحیت (السلام علیکم) لکھی ہو، تو چاہیے کہ وہ اس سلام کا جواب ویسا ہی یا اس سے بہتر دے؛ کیونکہ غائب کی طرف سے لکھا ہوا سلام حاضر کی طرف سے زبانی سلام کے حکم میں ہے۔ ((تفسير القرطبي)) (13/193)

مثال 5: جو شخص کسی عورت کو نکاح کی غرض سے پیغام بھیجے اور اسے خط میں خطبۂ نکاح اور نکاح کی پیشکش لکھ کر بھیجے، پھر جب وہ خط عورت تک پہنچے اور وہ گواہوں کو حاضر کرے، اور ان کے سامنے وہ خط پڑھ کر کہے: "میں نے اپنے آپ کو اس کے نکاح میں دیا"، تو نکاح منعقد ہو جائے گا اور صحیح ہوگا۔

((القواعد الفقهية)) لمحمد الزحيلي (1/340)

❹ الإِشَارَاتُ المَعْهُودَةُ مِنَ الأَخْرَسِ كَالنُطْقِ بِاللِّسَانِ

گونگے کی معروف اشارے کرنا زبان سے بولنے کے حکم میں ہے۔

مثال 1 : اگر گونگا اپنی جائیداد بیچنے کا اشارہ کرے تو یہ معتبر ہے۔

مثال 2 : اگر گونگا نکاح کے موقع پر ہاں میں سر ہلائے تو یہ قبولیت شمار ہوگی۔

مثال 3 :اگر گونگا دکان میں کسی چیز کی طرف اشارہ کرے اور بیچنے والا قیمت بتا کر چیز دے دے تو یہ خرید و فروخت معتبر ہے

مثال 4 : شریعت نے گونگے (بے زبان) شخص کی اشارے کو عبادات میں معتبر قرار دیا ہے، لہذا اگر وہ تکبیر، قراءت اور اس جیسی چیزوں کے وقت اپنی زبان حرکت دے تو وہ صحیح شمار ہوگا۔

مثال 5 : شریعت نے گونگے (بے زبان) شخص کی اشارے کو عبادات میں معتبر قرار دیا ہے، لہذا اگر وہ تکبیر، قراءت اور اس جیسی چیزوں کے وقت اپنی زبان حرکت دے تو وہ صحیح شمار ہوگا۔

((المبسوط)) للسرخسي (11/227)، ((الوجيز)) للبورنو (ص: 303)، ((القواعد الفقهية)) لمحمد الزحيلي (1/342)

❺ لا يُنكَرُ تغَيّرِ الأَحْكَامِ بِتَغَيُّرِ الأَزمَانِ

زمانے کے بدلنے سے احکام کا بدل جانا انکار نہیں کیا جا سکتا۔

مثال 1 : فقہاء کا اس بات پر اجماع ہے کہ اگر معاملات میں قیمت (ثمن) کو مطلق طور پر ذکر کیا جائے تو اسے رائج (غالب) کرنسی پر محمول کیا جائے گا۔ پس اگر کسی مخصوص کرنسی کا رواج ہو تو ہم مطلق ذکر کو اسی پر محمول کریں گے۔ پھر اگر عرف (رواج) بدل جائے اور دوسری کرنسی رائج ہو جائے تو ہم اسی نئی کرنسی کو معتبر قرار دیں گے اور پہلی کرنسی کے اعتبار کو ختم کر دیں گے، کیونکہ عرف اس سے منتقل ہو گیا ہے۔

((الإحكام)) للقرافي (ص: 219)، ((تبصرة الحكام)) لابن فرحون (2/75)

مثال 2 : زمانے کے بگاڑ اور فساد کے کثرت کے وقت مجرموں کو دبانے کے لیے نئے تعزیری احکام وضع کرنے کا جواز ہے۔ اور سب سے پہلے یہ کام حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے کیا؛ کیونکہ انہوں نے فرمایا تھا: "لوگ جتنے نئے فحش اور برے کام پیدا کریں گے، ان کے مطابق ان کے لیے نئے فیصلے (سزائیں) پیدا کی جائیں گی۔"

((شرح القواعد الفقهية)) لأحمد الزرقا (ص: 228)

❻ المَعْرُوفُ عِندَ التُّجَّارِ كَالمَشْرُوطِ بَيْنَهُم

تاجروں کے درمیان جو چیز معروف ہو، وہ شرط کے مانند ہے۔
(جو تاجروں کے نزدیک معروف ہے وہ انکے مابین شرط جیسی ہے)

مسئلہ : ایک شخص فرنیچر کی دکان کا مالک ہے۔ تو کیا اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ فرنیچر خریدار کے گھر تک پہنچائے؟

مثال 1 : فرنیچر کے تاجروں کے نزدیک اگر یہ بات معروف ہے کہ فرنیچر خریدنے والے کے یہاں اس فرنیچر کو پہنچانا اور لگانا اس خرید میں شامل ہے تو اس پر لازم ہے کہ خریدار کے گھر اس فرنیچر کو پہنچائے اور لگائے الا یہ کہ خریدار خود صراحتا اسے منع کر دے۔

مثال 2 : اگر کوئی شخص کسی غیر ملکی شہر سے مال خریدے اس شرط پر کہ وہ مال ایک متعین بندرگاہ تک بھیجا جائے، اور عقد میں یہ وضاحت نہ کی گئی ہو کہ مال بھجوانے (شپنگ) کا خرچ کس پر ہوگا، تو تاجروں کے درمیان جو مشہور عرف ہے وہی معتبر ہوگا، اور اسے ایسا ہی مانا جائے گا گویا یہ شرط پہلے ہی سے طے شدہ تھی۔ ((القواعد الفقهية)) لمحمد الزحيلي (1/352)

مثال 3 : اگر تاجروں کے عرف میں وزن کے ساتھ پیکنگ (packing) شامل ہوتی ہے، تو یہ شرط کے قائم مقام ہے۔

مثال 4 : اگر بازار کے عرف میں مال واپس کرنے کی مدت 3 دن ہے تو خریدار اسی کے مطابق رجوع کرسکتا ہے، چاہے شرط نہ لگائی گئی ہو۔

❼ التَّعْيِينُ بِالعُرْفِ كَالتَّعْيِينِ بِالنَّصِّ

عرف کے ذریعے تعین کرنا نص کے ذریعے تعین کرنے کے حکم میں ہے۔

مثال 1 : اگر مختلف کرنسیوں کا رواج ہو تو ثمن (قیمت) اُس کرنسی میں شمار ہوگی جو ملک میں سب سے زیادہ رائج ہو، کیونکہ لوگوں کے درمیان لین دین اسی غالب کرنسی سے ہوتا ہے۔ پس عرف کے ذریعے کسی چیز کی تعیین کرنا بالکل ایسا ہی ہے جیسے نص کے ذریعے تعیین کرنا، اور اس میں عقد کی جگہ (بلد) کو معتبر مانا جائے گا۔

((مجمع الأنهر)) لشيخي زاده (2/9)

مثال 2 : اگر کسی نے کہا "میں نے ایک گاڑی خریدی" تو عرف کے مطابق یہی مراد ہوگی کہ وہ کار ہے، نہ کہ سائیکل یا ٹرک۔

مثال 3 : اگر کسی نے کہا "میں نے ایک کپڑا خریدا" تو اس علاقے میں جو لباس "کپڑا" کہلاتا ہے (مثلاً قمیص یا ساڑھی)، وہی معتبر ہوگا۔

﴿مصادر ومراجع﴾

1. موسوعة القواعد الفقهية - الدرر السنية

2. مساق القواعد الفقهية - مصنة زادي للتعليم الشرعي المفتوح

3. القواعد الفقهية الكبرى - أصحاب الحديث

4. محاضرات العلماء

......

الحمد لله بنعمته تتم الصالحات

تمت بحمد الله

بتاريخ: 18 سبتمبر 2025ء

بوقت: 06:00pm

Follow the Official Social Network Platforms of

ZAD ACADEMY BARAMULLA

مطبوعات أكاديمية زاد بارهموله - كَشُمِير

1. التجويد المختصر
(التعليق المفيد على القاعدة النورانية) — (الأردية)
سنة الإشاعة: 2023

2. مختصر الكتاب: ثلاثون فائدة في طلب العلم
سنة الإشاعة: 2023

3. التفهيم: شرح المختصر من نخبة الفكر
سنة الإشاعة: 2024

4. المختصر من نخبة الفكر
سنة الإشاعة: 2024

5. آداب طالب العلم
سنة الإشاعة: 2024

6. شرح كلمة التوحيد (لا إله إلا الله) — (الأردية)
سنة الإشاعة: 2024

7. شرح كلمة التوحيد (محمد رسول الله ﷺ) — (الأردية)
سنة الإشاعة: 2025

8. أصول الإيمان – الجزء الأول — (الأردية)
سنة الإشاعة: 2025

9. أصول الإيمان – الجزء الثاني — (الأردية)
سنة الإشاعة: 2025

10. أئمة المذاهب المندرسة
سنة الإشاعة: 2025

11. أذكار الصباح والمساء — (الأردية)
سنة الإشاعة: 2025

12. أذكار بعد صلاة الفريضة — (الأردية)
سنة الإشاعة: 2025

13. تراجم مختصرة لفقهاء المذهب المالكي
سنة الإشاعة: 2025

14. الفقهاء الأعلام من الشافعية
سنة الإشاعة: 2025

15. نبلاء الحنفية
سنة الإشاعة: 2025

16. العقود الحنابلة
سنة الإشاعة: 2025

17. نفحات الظاهرية
سنة الإشاعة: 2025

18. الجواهر المكنونة
سنة الإشاعة: 2025

19. بحوث...
سنة الإشاعة: 2025

Zadacademy75@gmail.com